

Difa e Ahnaf Library  
App

# تحریک الامذہبیت

غیر مقلدیت / سلفیت

دور حاضر میں افتراق بین المسلمین کی سب سے خطرناک عالمگیر مہم

از

جناب مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری  
مستاد مدرسہ شاہی مراد آباد

## تحریک لائڈ ہیٹ (غیر مقلدیت احسان)

آج کے دور میں امت کی شیرازہ بندی کی جتنی ضرورت ہے اسی ائمہ زمانہ سابق میں کبھی نہ رہی ہو، آج دشمنانِ دین ہر طرف سے اور ہر جگہ جمع ہو کر امت سے کٹاؤ اور بٹانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ سیاسی، اقتصادی، تعلیمی ہر اعتبار سے مسلمانوں کا دین پوری دنیا میں ناقص یقین حد تک گھٹ چکا ہے۔ اکثر مسلم کہے جانے والے سماج بھی اندرونی طور پر پوری طرح غیر مسلم عناصر طاقتوں کے دستِ نگرین بن چکے ہیں۔ مسلم حکومتوں کے درباب مل و متحد بھی زیادہ تر دین سے بے بہرہ بلکہ ملادی نظریات کے حامل ہیں۔ ایسے ماحول میں اس بات کی شدہ ضرورت ہے کہ جہاں تک ممکن ہو مسلمانوں کی مصلوں میں اشتکار کو ختم کیا جائے اور فردی مسائل میں الجھنے کے بجائے اصولی طور پر اتحاد و اتفاق کو مضبوط کرنے کی راہ اپنائی جائے۔ اور کل کی وحدت اور اتحادِ اجتماعی عطا نہ کر اتحاد کی بنیاد بنایا جائے تاکہ یادہ سے زیادہ وحدت کا تقاضا اور ہم آہنگی کی راہ مہیا ہو سکے۔

لیکن اس شدہ ضرورت کے برعکس کچھ بے توفیق فتنہ پردازوں نے پوری شدت کے ساتھ افتراق بین المسلمین کی مہم بھیج رہی ہے۔ یہ لوگ چھوٹے چھوٹے مسائل کو رنگ آمیزی کے ساتھ پیش کر کے عوام میں سرک کا بازار گرم کر دیتے ہیں اور ایک محض افضل اور غیر افضل کے اختلاف کو ایمان و کفر کا اختلاف بنا کر پیش کرتے ہیں، اس مسئلے کا سب سے بڑا خطرہ انک فتنہ جس نے اب رفتہ رفتہ تقریباً پورے عالم میں ہاتھ بڑھ بھیلے ہیں غیر مقلدیت اور لائڈ ہیٹ کا فتنہ ہے (جس سے وابستہ لوگ نام نہاد طور پر اپنے کو سلفی اور اہل حدیث کہتے ہیں) چند سالوں سے اس فرق نے سعودی عرب کے پائراکامپانچو اور (غیر مقلد) ملاوہ مطہان کو شیشہ میں ڈبا کر اور سعودی حکومت کا اطلاعاتی و بلائی تعاون حاصل کر کے تمام مقلد بین عوام و ملاوہ بالخصوص حضراتِ حنفیہ کے خلاف ہر نام و زبان پر طعن و

تفصیل اور جست و خیز طرز فی کا باز و گرم کر رکھا ہے۔ البتہ یہ ہے کہ یہ لوگ حکومت مسعودی کی سرپرستی میں حرمین شریفین کے شعبہ دھکا و تہ کیر میں داخل ہیں اور حج اور رمضان کے مہینوں میں دھکا و تہ کیر کے عنوان سے جو افراد میں بیانات ہوتے ہیں ان میں تہ کیر یا دھکا تو بھائے نام ہوتا ہے کسی تقریر کا سارا زور و موم کے سامنے چند متعینہ انتظامی مسائل و دلائل بیان کرنے اور علماء مختلفہ و اثر حکام پر تبصرہ اور تحریک بازیوں پر صرف ہوتا ہے۔ ان کی تقریروں کو سننے والا ہر شخص بے سالی اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اہل مذہب سے بعض امتدادان کے دلوں کی گہرائیوں میں جو ست ہے جس کا اقبال سو فیصد ہر قلع زبان کی شدت اور گندگی سے بھرا رہتا ہے۔

### شرانگیز مفاطلہ

غیر منقولہ ہیں اور لاف زہی لوگ سادہ لوح عوام کو اپنا سہارا بنانے کے لیے یہ طریق اختیار کرتے ہیں کہ ایک طرف کوئی حدیث بیان کریں گے اور پھر اس کے مقابلے میں امام ابوحنیفہ کا کوئی قول ذکر کر کے دونوں کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے یہ ثابت کریں گے کہ حضور یا خدا احادیث قرآن و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں قول ابوحنیفہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات سرے سے غلط ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ حضرات احناف فہم کتاب و سنت میں امام ابوحنیفہ کے علم پر اکتفا کرتے ہیں اور یہ حسن ظن رکھتے ہیں کہ انھوں نے خصوصاً سے کچھ کہہ دئے اپنی جہاد کتاب و سنت کے صحت و طاقت ہے۔

طہر شاطیئین اپنی شہرہ آفاق کتاب "الاتصام" میں کسی عالم کی اجازت کا مطلب بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

ان العالم بالشریعة اذا اتبع فی قوله و انقاد الناس فی حکمه فانما اتبع من حیث هو عالم بها و حاکم بمقتضاها لا من جهة اخرى فهو فی الحقیقة مبلغ عن رسول اللہ ﷺ المبلغ عن اللہ عز و جل. فیتلفی منه ما بلغ علی العلم بانه بلغ او علی غلبة الظن بانه بلغ لامن جهة کونه مستصفاً للحکم مطلقاً اذا لا یثبت ذالک لاحد علی الحقیقة و انما هو ثابت للشریعة

المسنزلة على رسول الله ﷺ وثبت ذلك له عليه السلام وحده دون الخلق من جهة دليل العصمة۔ (المشام: ۲۰۰، نوادر: ۸۶)

ترجمہ: شریعت کا عالم جب اس کے قول کی بروی کی جائے اور اس کے فیصلہ کو لوگ حلیم کر لیں تو اس کی اتباع صرف اس حیثیت سے ہوتی ہے کہ وہ شریعت کو جانے والا اور اس کے مقتضی فیصلہ کرنے والا ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور جہت سے اس کی اتباع نہیں کی جاتی۔ جو وہ عالم دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے دین پہنچانے والا ہے۔ چنانچہ جو کچھ بھی وہ عالم ہم تک پہنچائے وہ اس سے قول کیا جائے گا خود اس بیچیں کے ساتھ ہو کہ وہ واقعی سچا ہے یا اس کے سچا ہونے کا غالب گمان ہو (یہ قول کرنا) اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اس عالم ہی کو مطلقاً شارع کے وجہ سے نہ کھدایا جائے، کیونکہ یہ حق کسی کے لیے بھی حقیقتاً بت نہیں ہے۔ یہ حق صرف اس شریعت ہی کو حاصل ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ اور مضموم ہونے کی حیثیت سے تخریج کا یہ اختیار صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے لہذا کات میں سے کسی کو بھی یہ حق نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ تو راہنمائی اختیار کرنے والے تھے۔ مسائل کے استنباط اور ترجیح و تحقیق میں انھوں نے جو طریقہ اپنایا ہے اس کا اقتدار آپ نے خود ان الفاظ میں کیا ہے:

أخذ بكتاب الله فان لم أجده فبسة رسول الله ﷺ فان لم أجده في كتاب الله ولا سنة رسول الله ﷺ أخذت بقول اصحابه أخذ بقول من شئت به وادع من شئت منه ولا أخرج من قولهم الى قول غيرهم فلما اذ انتهت الامر الى ابراهيم والشعبي وابن سيرين والحسن وعطاء وسعيد بن المسيب وعدد رجالنا فقوم اجتهدوا فاجتهد كما اجتهدوا۔

(تذویج بغداد بحوالہ فقہ حنفی، ص ۲۲)

ترجمہ: میں (سب سے پہلے) کتاب اللہ کو اختیار کرتا ہوں۔ اگر اس میں مسئلہ نہ پائوں تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتا ہوں اور اگر کتاب اللہ اور سنت نبوی دونوں میں مسئلہ ملے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے اقوال کو اختیار کرتا ہوں اور میں (غور و فکر کر کے) جس کا قول چاہے لے لیتا ہوں اور جس کا قول چاہے

بھڑو دیتا ہوں۔ اور میں صحابہؓ کے اقوال کو بھڑو کر ان کے علاوہ کسی کے قول کو اختیار نہیں کرتا۔ اور جب معاملہ (صحابہؓ سے آگے نہ چڑھ کر) ابراہیم خلیفہ امام صفی دین سیرین، حسن بصری، عطاء، سعید بن المسیب اور متعدد افراد کے نام گناہے ان تک پہنچی جائے تو یہ لوگ ہیں جنہوں نے اجتہاد سے مسائل کا حکم معلوم کیا ہے تو میں بھی اسی طرح اجتہاد کرتا ہوں جیسے ان حضرات نے اجتہاد کیا (یعنی میں ان تابعین کی رائے کا پابند نہیں ہوں)

اس صراحت سے معلوم ہو گیا کہ امام ابو حنیفہ کا طریقہ استنباط سوافیق شریعت ہے اور اختلافی مجتہد فی مسائل میں آپ کا ہر قول دلائل سے سوجہ ہے۔ جن مسائل میں دور صحابہؓ میں اختلاف ہو چکا ہے اور ان پر اصرار کی کوئی صورت نہیں ہو سکی ہے ان کا اختلاف قیامت تک مرتفع نہیں ہو سکتا۔ اب یہ حضرات مجتہدین کا کام ہے کہ ان میں سے جو قول انہیں دلیل کے اعتبار سے مضبوط نظر آئے اسے اختیار کر لیں اور اپنے دلوں کے دوسرے مجتہد کو اپنی رائے کے قول کرنے پر مجبور نہ کریں بلکہ ان میں سے ہر رائے کا اختیار کرنے والا اپنی جگہ پر صاحب ہے۔ اور ہر رائے "صحابہ مکمل خطا" ہے لہذا اگر امام ابو حنیفہ اپنی وسعت علمی، وقت نظر اور تخیل و استنباط کی بے مثال صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے کسی ایک رائے کو ترجیح دے دیں اور یہ حکم شریعت کی طرف منسوب ہو جائے تو اس سے ہرگز پرہیز لازم نہیں آتا کہ حدیث کے مقابلہ میں قول قول راہ کا چارہ ہے۔ یہ مقلدین کی محفل تمجیس ہے۔ حقیقت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

### مذہب ابراہیم میں انحصار

شروع ذرا میں دائرہ بہت سے مجتہدین اہمیت میں گزرا ہے ہیں، لیکن ان سب کی ایک جگہ باکھراؤ اس انداز میں اندک کی حد میں نہیں ہو سکی کہ ان کی تقلید کرنے والا دوسروں سے بے نیاز ہو جائے۔ یہ افراد امتیاز اللہ تعالیٰ نے حضرات ائمہ ابو (امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل) کو عطا فرمایا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے مذہب کی جزئیات اور اصول اس انداز میں عدل ہوئے کہ جو شخص دین کے جس مسئلہ میں رہنمائی چاہے اس کو ہر مذہب میں رہنمائی مل سکتی ہے۔ چنانچہ جب غیر مجتہدین کے لیے تقلید شخصی

کا سوال مانتے یا تو تجربہ پر تحقیق سے است اس امر پر شق ہوئی کہ جامعیت اور توحید میں کیا تضاد ہے حضرات ائمہ ابو کے مذاہب سے زیادہ کوئی مسلک اس ضرورت کو پرانا نہیں کر سکا اس لیے چوتھی صدی میں اس بات پر اجماع ہو گیا کہ ائمہ ابو کے علاوہ کسی کی تقلید شخص یا مذاہب نہیں کی جائے گی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہر شاہ فرماتے ہیں:

ان هذا المذاهب الاربعة المذوونة المحرورة قد اجتمعت الائمة او من بعد منها على جواز تقليدها الى يومنا هذا. وفي ذلك من المصالح مالا يخطى لاسيما في هذه الايام التي قصرت فيها الهمم جدا فاضربت النفوس الهوى واعجب كل ذي رأى برأيه۔ (پیشوا بدایہ)

ترجمہ: یہ چاروں مذاہب چھوڑ دیں اور رب ہیں ان کی تقلید پر آج تک امت کے مستحق افراد کا اخلاق چلا رہا ہے۔ اور اس میں جو مصلح ہیں وہ نقلی نہیں مخاص کر اس زمانہ میں جبکہ لوگوں کی ہمتیں کوتاہ ہو گئی ہیں اور فرائض نفس لوگوں کے قلوب میں جا گزیں ہو چکی ہے اور اپنی رائے کو ہی اپنا سمجھنے کا دور دورہ ہے۔

اور عقیدہ توحید میں تکریر فرماتے ہیں:

ولما تفرقت المذاهب الحقة الائمة الاربعة كان اتباعها اتباعاً للسواد الاعظم والخروج عنها خروجاً من السواد الاعظم۔ (مذہب، ص ۳۸) ترجمہ: اور جب ان چار مذاہب کے علاوہ کسی مذاہب حق کا دعویٰ ہو گئے تو اب ان کی کا اجماع سواد اعظم کا اجماع کہلاتے گا۔ اور ان چار مذاہبوں سے خروج سواد اعظم کے مذہب سے خروج کہلاتے گا۔

اور حقیقت میں امت محمدیہ علی ما علیہا الصلوٰۃ والسلام پر یہ ضدیت العزیم کا بڑا فضل و انعام ہے کہ اس نے مذاہب اور جہ کی عقل میں ہمارے لیے ٹھیک کی ایسی راہیں متعین کر دی ہیں جو ہر قسم کے عس و عسف سے پاک اور ہمیشہ اور سکون قلبی کے ساتھ ہر طرح کے احکامات بھلا نے کا سرچشمہ ہیں۔ حاجیون فرماتے ہیں:

والانصاف ان تحصر المذاهب في الاربعة و اتباعهم فضل الہی و قبولیۃ عند اللہ لا مجال لہ للفرجیہات و الافلۃ۔ (نہایت نہ یہ ص ۱۷۷)

اور انصاف کی بات یہ ہے کہ مذاہبِ اربعہ پر انحصار اللہ کا عظیم فضل ہے اور خدا انسان کے مقبول ہونے کی ایسی مثالیں ہے جس میں تو حیات اور دلائل کی چھٹاں حاجت نہیں۔  
غلامِ اہلِ کلمہ کرتا ہے:

ان الاجماع العقد على عدم العمل بمذهب مخالف الاربعة لانضاط  
مذاهبهم و انتشارها و كثرة اتباعهم۔ (الحاشیہ، بطورِ کرامی (۱۳۳)  
ترجمہ: اکثر اربعہ کے خلاف رائے اپنانے کے متروک ہونے پر اجماع منعقد ہے۔ اس لیے  
اہل چاروں کے مذاہب ہی مدون ہیں۔ اور عوام و خواص میں مشہور ہیں اور ان کے  
پیروکاروں کی کثرت ہے۔

اور فتح عبداللہؒ فرماتے ہیں: رسالہ خلاصۃ التفتیش میں وضاحت کرتے ہیں:

وانما تقلید مذهب من مذاهبهم الآن غیر المذاهب الاربعة فلا يجوز  
لالتقصان فی مذاهبهم و رجحان المذاهب الاربعة علیهم لان فیهم  
الخلفاء بالمفضلین علی جمیع الانبیاء۔ لعدم تلویین مذاهبهم وعدم  
معارفنا الآن بشروطها و لیبودها وعدم وصول ذالک الینا بطریق التواتر  
حتی لو وصل الینا شی من ذالک کذلک جاز لنا تقلیدہ لکنہ لم یصل  
کذلک۔

ترجمہ: اس وقت مذاہبِ اربعہ کو چھوڑ کر دیگر مجتہدین کے مذاہب پر عمل کی اجازت نہیں  
ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ دیگر مجتہدین کے مذہبوں میں کچھ نقصان ہے۔ اور مذاہبِ  
اربعہ ہی رائج ہے۔ اس لیے کہ ان مجتہدین میں ایسے بھی ہیں جو تمام امت پر ہدایتی ہیں،  
بلکہ اصل ہدایت کے مذاہب کو اختیار کرنے کی یہ ہے (۱) ان کے مذاہب کا قاعدہ مرتب و  
مدون نہیں ہو سکے۔ (۲) ہمیں آج ان مذاہب کی شرائط و قیود کا علم نہیں ہے۔ (۳)  
اور وہ مذاہب ہم تک تو اتنے کے طریقہ پر نہیں پہنچے۔ اگر وہ اس طریقہ پر ہم تک پہنچتے تو  
ہمارے لیے ان کی تقلید کرنا جائز ہوتا، مگر ایسا نہیں ہوا۔

آگے چل کر علامہ مدظلہ سے نقل کرتے ہیں:

لمستنح تقلید غیر الاربعة فی القضاء والافتاء لان المذاهب الاربعة

انتشرت و ظهرت حسی ظہر لظہر مطلقہا و لخصہا عامہا بخلاف غیرہم لانظر اھل اتباعہم۔ (نور الحقین ص ۲-۳)

ترجمہ: لہذا اقتضاء افتاء میں مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی امام کی پیروی ممنوع قرار دی جائے گی اس لیے کہ مذاہب اربعہ مشہور و معروف ہو چکے ہیں۔ مگر ان کے مطلق احکامات کی قیدیں اور عام امور کی تفصیلات وغیرہ کا علم ہو گیا ہے۔ ان کے برخلاف دیگر مذاہبوں کی اس طرح وضاحت ممکن ہوئی کیونکہ ان کے پیروکار شاید ہو چکے ہیں۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہو گیا کہ مذاہب اربعہ پر عمل کا انحصار ایک اجماعی مسئلہ ہے، اور دین کی صحیح شکل و صورت میں حفاظت کا یہ ۱۱م وسیلہ ہے۔

## ایک ہی امام کی اتباع کیوں ضروری ہے؟

غیر مقلدین یہ بات بھی بے ضرور و ضرور سے اٹھاتے ہیں کہ اگر چاروں مذاہب برحق ہیں تو پھر ایک ہی امام کی تقلید کو ضروری کیوں خیال کیا جاتا ہے؟ ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ جس مسئلہ میں چاروں حسب سہولت دوسرے کے مسلک پر عمل کر لیں تو ابھی طرح کچھ لینا چاہیے کہ کو کہ کسی شخصین عالم کی اتباع و تقلید فرض میں کے درجہ کی چیز نہیں ہے لیکن عوام کی سہولت پسندی، بے احتیاطی، بددیانتی اور افتراق و انتشار کو دیکھتے ہوئے صدیوں سے امت کا اس پر عمل افتراق رہا ہے کہ ایک عالمی شخص (جس میں وہ علماء بھی شامل ہیں جن میں اجتہاد کی مطلوبہ صلاحیت نہیں ہے) کے لیے صرف ایک ہی امام کی تقلید لازم اور واجب ہے، کیونکہ جب وہ مجتہد نہیں ہے تو وہ کچھ ہی نہیں سکتا کہ کسی کی رائے رائے ہے اور کسی کی مرجع۔ اب جب بھی وہ مسلک سے فروغ کرے گا تو پیشینہ کسی نہ کسی ذاتی غرض اور خواہش کی وجہ سے ہوگا۔ اور افتراق یعنی شریعت میں قطعاً جائز نہیں ہے۔ تو یہ شخصی تقلید، علم انتظامی اور فرض لغیرہ ہے تاکہ حالت المسلمین مذہبی اعتبار سے افتراق و انتشار سے محفوظ رہیں۔ اور اس کی اختیار دور عثمانی میں حضرات صحابہ کے افتاق سے قرآن کریم کی سات لحاظ میں سے صرف اہل قریش کو اختیار کرنے اور بقیہ صحابہ کو ختم کرنے کا واقعہ ہے۔ اسی بات کو مزید وضاحت کے ساتھ فقہ انفس قلب عالم امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد



گنہگار نے اپنے درج ذیل لغزشوں میں بیان فرمایا ہے۔ ذہن و دماغ کے استحصار کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا جائے۔ حضرت فرماتے ہیں:

”تھکیدِ فحشی اور غیر فحشی دونوں ماسور کن اللہ تعالیٰ ہیں اور جس پر عمل کرے عبادۂ امتحال سے فارغ ہو جاتا ہے۔ دراصل یہ مسئلہ درست ہے۔ اور جو ایک فرد پر عمل کرے اور دوسرے پر عمل نہ کرے اس میں دراصل کوئی عیب نہ تھا اور بوجہ مصلحت ایک پر عمل کرنا درست ہے۔ پس فی الواقع اصل یہی ہے۔ لہذا جو تھکیدِ فحشی کو شرک کہتے ہیں وہ بھی گنہگار ہیں کہ ماسور کن اند کو حرام کہتے ہیں اور جو بدعتی کے غیر فحشی کو حرام کہتا ہے وہ بھی گنہگار ہے کہ ماسور حرام بتاتا ہے۔ دونوں ایک درجہ کے ہیں اصل میں۔ اور مسائل خود اقرار کرتا ہے کہ مطلق شرعی کو اپنی رائے سے متنبہ کرنا بدعت ہے۔ یہ قول اس کا گنج ہے مگر علم شرع سے خواہ اٹھارہ گنا یا سو اٹھارہ گنا قید کرے تو درست ہے۔ پس اب سنو کہ تھکیدِ فحشی کا مصلحت یہ ہے کہ ماسور حرام کام اس میں انتظام رہتا اور فساد و فتنہ کا دفع ہوتا اس میں ظاہر ہے اور خود مسائل بھی مصلحت ہونے کا اقرار کرتا ہے لہذا یہاں انسان اور وہ جو بدعتی ہی وقت تک ہے کہ یکہ فساد نہ ہو کہ تھکیدِ غیر فحشی میں دافعا و فتنہ ہو کہ تھکیدِ فحشی کو شرک اور اند کو سب و دشمن اور اپنی رائے کا سد سے روئے خصوصاً ہونے لگے جیسا کہ اب مشاہدہ ہو رہا ہے تو اس وقت ایسے لوگوں کے واسطے غیر فحشی حرام اور فحشی واجب ہو جاتی ہے اور یہ حرمت اور واجب طبعیہ کہلاتا ہے کہ دراصل جائز اور مباح تھا کسی عارض کی وجہ سے حرام اور واجب ہو گیا تو اس سبب فسادِ حرام کی وجہ سے کہ ہر ایک مجتہد ہو کہ لڑا ب دین میں پیدا کرتا ہے خود سونوی گو مسیحین یا ملوی ایسے مجتہد ہیں، جہلاً و کما حق کہتے ہیں۔

پس اس درجہ فساد کے واسطے فحشی کا واجب ہو گا اور غیر فحشی کا ایسے جہلاً و کما حق کے واسطے حرام ہو گا اور حرام کام اس سے بند کرنا واجب ہو گا اور اس کی نظیر شرع میں موجود ہے لہذا یہ تھکیدِ مطلق کی فحش سے کی گئی ہے نہ کہ ہمارے۔ دیکھو کہ جنابِ فخر عالم علیہ السلام نے قرآن چھ ماہ ملت زبانِ عرب میں حق تعالیٰ سے جائز کر لیا کہ علی سبیلِ اہل کی حلت میں چھ ماہ جائز ہے اور اس وسعت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی مشقت و سستی سے حلال کر لیا اور حق چارک و تعالیٰ نے اہل جہالت و سستی سے حرام فرمایا۔

مگر جب اس اختلاف لغات کے سبب ہایم نزارع ہو اور انگریز یا دوسرا نزارع کا ہوا تو ہایم نزارع صحابہ قرآن شریف کو ایک لغت قریش میں کر دیا گیا اور سب لغات جبراً موقوف کر دیئے گئے کہ جلد دیگر مصاحف جلادے اور جبراً انہیں لیے گئے۔ دیکھو یہاں مطلق کو متنبہ کیا مگر یہود فساد لغت کے قبضہ میں آج اب غیر و شخص کو کہا جاوے اور غیر شخص کو شیخ کیا جاوے تو یہ ہارائے نہیں بلکہ ہنگام نفس شارب علیہ السلام کے ہے کہ دفع فساد و جب ہر خاص عام پر ہے۔" (فتاویٰ رشیدیہ، لغات و لغت، ص ۲۳، مطبوعہ پاکستان)

اور علامہ نووی نے مذہب صحیح کی تھوید ضروری ہونے پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے:

ووجه انه لو جاز قبایع الی مذہب من شاء لافضی الی ان یسلط و بعض المذاهب متبعاً ہوا و یتخیر بین التحلیل و التحريم و الوجوب و الجواز و ذلک یزید الی اضلال و بقیة التکلیف بخلاف العصر الاوّل فانه لم تکن المذاهب الوافقة باحکام مہذبہ فعلی هذا یلزمه ان یجہد فی اختیار مذہب یقلدہ علی التبعین۔ (شرح المذہب، ص ۱۵۵، مکتبۃ المدینہ، ۱۴۲۱ھ)

ترجمہ: اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر جس مذہب کی چاہے اتباع کی اجازت دے دی جائے تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ ہوائے نفس کی پیروی کرتے ہوئے مذہب کی دھنوں کو چاہ جائے گا اور محال و حرام اور حبوب و حلال کے درمیان عمل کا اختیار دیا جائے گا جس کا نتیجہ پانچ شرعی تکلیف کا چھ لاء آثار بچنے کی صورت میں نمودار ہوگا۔ برخلاف دور مولوی (غیر القرون) کے کہ اس زمانہ میں وہ مذاہب جن میں مسائل کا عمل ہو مذہب و مرتب نہیں تھے لہذا اس کا ہر آج مقلد ہر لازم ہے کہ وہ ایک صحیح مذہب کی اتباع میں اپنی پوری کوشش صرف کرے۔

دور حاضر کا تجربہ بھی یہی بتاتا ہے کہ جو شخص بھی کسی امام کی تھوید کا راستہ چھوڑ کر "ہر چائی" بننے کی کوشش کرتا ہے تو روز بروز اس کی آزادی کھلی گراہی اور کمزور مضامین تک پہنچا دیتی ہے۔ خود بعض مشہور غیر مقلد علماء نے بھی اس پر تنبیہ کی ہے۔ عام طور پر باہل فرقوں کے امام زہرہ بریں بھی آزادی اور تہذیب پسند لوگ چھٹتے ہیں جو اپنے کو کسی ایک عالم کا پابند نہیں سمجھتے بلکہ حق باقی پس اپنی رائے اور خواہش کی پیروی کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس انتشار سے امت کے ہر فرد کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

## اذا صح الحديث فهو مذهبي کا صحیح مطلب

فقہ پرورد غیر مقلد ہیں مگر امام کو دھوکہ دینے کے لیے امام ابوحنیفہؒ کا یہ ارشاد ”اذا صح الحديث فهو مذهبي“ (جب صحیح حدیث سامنے آ جائے تو وہی امام مذہب ہوگا) بلا سبب اور شور سے پیش کرتے ہیں۔ اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے تو دیانت کا ثبوت دیتے ہوئے غیر دروغ مسئلہ بیان کرنے کے باوجود اپنے دامن یہ کہہ کر بچایا کہ اگر اس کے مقابلے میں صحیح حدیث آ جائے تو وہی میرا مذہب ہوگا، لیکن ان کے مقلدین ان کی اس دیانت کو نظر انداز کرتے ہوئے صحیح احادیث آ جانے کے باوجود امام صاحب کے اقوال کو سچے سے لگاتے رہتے ہیں۔ یہ بات دیکھنے میں بڑی خرابصورت معلوم ہوتی ہے اور ایک خالی الذہن آدمی اسے سن کر بے اختیار مقلدین اصناف سے بدگمانی دل میں بٹھالیتا ہے۔ حالانکہ یہ پوری تقریر محض غلط فہمی اور حقیقت و واقعہ سے قصور فرود کر دہانی پہنچی ہے۔ اس لیے کہ اذاح حدیث کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ جہاں کہیں بھی صحیح حدیث نظر آ جائے بس فوراً اس پر عمل کر لیں۔ اور نہ یہ کہی کا مذہب ہو سکتا ہے اس لیے کہ بہت سی احادیث اگرچہ صحیح ہیں لیکن ان کے مضامین میں تضاد ہے۔ اس تضاد میں کو ختم کرنے کے لیے مجتہد کے اجتہاد کی ضرورت پڑتی ہے اور مجتہد تابع منسوخ قوت و ضعف اور اصول شریعت سے مواءقت وغیرہ امور پر پورے غور و فکر کے بعد ہی کسی ایک جانب کو راہ اور دوسری کو مروج قرار دیتا ہے۔ ذخیرہ حدیث کا کوئی سامعہ کرنے والا شخص بھی اس بات کو جانتا ہے کہ بہت سی احادیث صحیح سند سے مروی ہونے کے باوجود منسوخ ہیں یا باطل است ان کے ظاہر پر عمل ترک کر دیا گیا ہے۔ خلافت آگ پر پکی ہوئی جی دس کو کھانے سے منسوب ہونے کی روایت صحیح سند سے ثابت ہے لیکن منسوخ ہے اور آج کوئی اس پر عمل نہیں کرتا۔ (ترمذی شریف ص ۱۱۱)

اسی طرح حدیث کی شریعت کی روایات بھی صحیح ہونے کے باوجود منسوخ ہیں۔

(علامہ شریف ص ۱۱۱)

امام ترمذی نے کتاب العلل میں لکھا ہے کہ میری کتاب میں دو حدیثیں کو چھوڑ کر ہر حدیث پر امت کے کسی نہ کسی طبقہ کا عمل ہے۔ ان میں سے ایک حدیث ثوابی کا نقل کرتے

کے بارے میں ہے اور دوسری حد بیٹ جلاؤد شیعہ بنی الصلوٰۃ میں ہے۔

(کتاب لعل، ص 147)

اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ کی مراد ہرگز یہ نہیں ہے کہ کہیں بھی کوئی حد بیٹ صحیح نظر آ جائے تو فوراً اسے مذہب جالیا جائے بلکہ لازمی طور پر اس حد بیٹ کا دیگر خصوصیات احادیث سے موازنہ و مقابلہ کیا جائے گا پھر جو رائے صحت کے ساتھ سامنے آئے گی صرف اسے ہی قبول کیا جائے گا۔ اور حضرات احناف ایسے مختلف ذہن مسائل میں چونکہ دلیل کے اعتبار سے امام ابوحنیفہ کی رائے کو رائج سمجھتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں اگر بالفرض کوئی نیا برہنہ حد بیٹ آ رہی ہو تو اس کا صحیح عمل تلاش کرتے ہیں اور دلائل کے تصدیق کو ختم کر کے تخلیق کی صورت میں نکالتے ہیں۔ اصولی اعتبار سے ملائے احناف کا یہ عمل نہ تو شریعت کے خلاف ہے اور نہ امام ابوحنیفہ کی ہدایت کے خلاف ہے۔ غیر منقولہ ہیں کا اس طرز عمل کو کتاب و سنت کے خلاف قرار دینا بھائے خود ہوا اقلیت یا محض شرانگیزی پہنٹی ہے۔

## کیا صحیح حد بیٹیں صرف صحابہ سے ہیں؟

غیر منقولہ ہیں یہ بھی ہوا پیچیدہ کرتے ہیں کہ صحیح حد بیٹیں صرف صحابہ سے بالخصوص بخاری و مسلم میں ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے منہ پر ان کے خلاف کوئی ایسی حد بیٹ پیش کرے جو صحابہ سے کے علاوہ کسی مسخر کتاب میں ہو تو وہ بڑی ذمہ داری کے ساتھ اس کے قبول کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیتے ہیں کہ اس کا ذکر صحابہ میں نہیں ہے۔ حالانکہ یہ بات واقعہ کے برخلاف ہے۔ اگلی بات تو درست ہے کہ صحابہ کی اکثر احادیث صحیح ہیں۔ مگر یہ بات قطعاً صحیح نہیں کہ تمام صحیح حد بیٹوں کا انھما صرف صحیحین یا صحابہ پر ہے۔ امام نووی نے مقدمہ شرح مسلم میں لکھا ہے کہ جب امام مسلم حضرت ابن واریہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے حضرت امام کی یہ کہہ کر سرزدنقل کی کہ تمہاری اس کتاب مسلم کو دیکھ کر بہتوں کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ تمام صحیح حد بیٹیں ہی مسلم ہی میں ہیں اور جو حد بیٹ اس کے علاوہ ہوں وہ کامل قبول نہیں ہے۔ تو اس پر امام مسلم نے مضرت پیش کرتے ہوئے یہ جواب دیا کہ حضرت واریہ! میں نے اس کتاب کو تصنیف کر کے صرف یہ کہا ہے کہ اس کی

روایتیں صحیح ہیں۔ میں نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا کہ جس حدیث کی میں نے اس کتاب میں نقل کیا انہیں کی وہ مطلقاً ضعیف ہے۔ میرا تو مختصر صرف یہ ہے کہ صحیح احادیث کا ایک مجموعہ میرے پاس اور میرے شاگردوں کے پاس مہیا ہو جائے تاکہ اس پر احادیث ہو جائے۔ چنانچہ اہل ائمہ نے آپ کے تذکرہ کو قبول کیا اور تخریف فرمائی۔ (خود نے وہی علی مسلم ص ۱۶)

لہذا یہ کہا بالکل غلط ہے کہ تمام صحیح حدیثوں کا انحصار صحیحین یا صحاح پر ہے، بلکہ دیگر کتب حدیث میں بھی صحیح اور مستند روایات کا مستند ذخیرہ موجود ہے۔ اور انکی سب صحیح روایتیں قابل استدلال اور ملائی جت ہیں، اگر کوئی مجتہد ان سے اپنے مذہب پر استدلال کرے گا تو اسے یقیناً قبول کیا جائے گا۔

### ضعیف احادیث کا طعنہ

غیر منقولین کا یہ بھی دطیرہ ہے کہ اپنی غلامی کو اپنانے کے لیے تو کسی ضعیف حدیث کو بھی کھینچ لیں کہ اور محدثین کے یک طرفہ اقوال کو نقل کر کے اسے صحیح قرار دینے میں کوئی کسر نہیں اظہار کئے، لیکن اگر اشخاص سے حجب اپنے مذہب میں کوئی ایسی حدیث غائب کر دیں جس کی سند میں کوئی راوی ضعیف آ گیا ہو تو پھر غیر منقولین فیتہ وغضب میں ذہن آسان ایک کر دیتے ہیں۔ یہاں یہ بھی واضح رہے کہ آج کل کے غیر منقولین کا مسلط علم شیور غیر منقولہ محدث علماء ناصر الدین الہانی کی تعلیمات ہیں، جن کا غیر منقولہ حدیث میں صوبہ روز روشن کی طرح آشکارا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی بھی متعصب شخص حدیث کی صحت و صحیح میں جانب داری سے بچا نہیں سکتا۔ چنانچہ محققین علماء کی نظر میں علماء الہانی متعصبانہ جرح اور تضعیف ناقابل قبول ہے۔ دوسری بات یہ بھی غلط ہے کہ کسی راوی بارے میں جرح مبہم کافی نہیں ہے، بلکہ جرح مفصل ضروری ہے۔ نیز جس راوی کی تصدیق میں اقوال مختلف رہے ہوں اس کو محض یک طرفہ طور پر جرح کر کے مطلقاً نہیں کہا جاسکتا اور ان میں سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ جو ضعیف قرار دینی جارہی ہے اس میں ضعف کس زمانہ کے راوی کی وجہ سے آیا ہے۔ راوی امام ابو حنیفہ کے زمانہ کے بعد کا ہے (جیسا کہ آخر ضعیف روایات کا حال

ہے (تو اس راوی کے ضعف سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ امام صاحب تک بھی یہ روایت ضعیف طریقوں سے پہنچی ہو۔ بلکہ ممکن ممکن ہے کہ ان تک پہنچنے والی تمام روایتوں کے طریق معتبر اور قابل قبول ہوں اور انہی پر حضرت الامام نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہو۔ لہذا محض کسی روایت کے ضعیف ہونے سے مذہب ابوحنیفہ کا گزرا ہوا ۱۲۰ بات نہیں کیا جاسکتا۔

### صرف مختلف فیہ مسائل پر ہی بحث کیوں؟

غیر مقلدوں کی شرانگیزی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ مذاہب اربعہ کے سامنے صرف چند رائے دیئے اختلافی مسائل کی بحثیں کر کے ملائے احناف کو مخالف سنت قرار دینے کا جھوٹا پروا پیچھ کر دیتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ اگر احناف مخالف سنت ہیں اور جہول غیر مقلد ہیں انہیں صحیح امامیہ سے غافل ہے تو پھر کہیں بھی ان کا کوئی بھی مسئلہ حدیث کے موافق نہ ہونا چاہیے۔ جبکہ واقعہ یہ ہے کہ کتاب الطہارۃ سے کتاب البرکات تک فقہی بزرگوں ہزار ہر نیات میں امام احمدی ہی پاس فیصدی مسائل پر کار بند رہے ہیں۔ انہوں نے آخر ان چند مسائل میں ظاہر کے خلاف قول کیوں اپنایا۔ جینا ان کے پاس کوئی ایسی دلیل ہوگی جس کی وجہ سے انہیں حدیث کے معنی اور اصل صحیح انداز میں سمجھیں کرنا چاہیے۔ اب یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ معنی دوسرے اجتہادین کے لیے بھی قابل قبول ہو جائیں۔ امام اعظم اور ان کے مسلک کے علماء نے اپنی اجتہادی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے اگر کوئی ایسا رائے اپنالی، جو دوسروں سے مکمل نہیں کھاتی تو آخر انہوں نے ایسا کون سا قصور کر لیا کہ ان کے خلاف پورا امتیاز جنگ کھول دیا جائے۔ ہر مجتہد کو اپنے اجتہاد پر عمل کا حق ہے۔ لیکن دوسرے شخص پر اپنی رائے زبردستی توہین کا تقاضا کرتا نہیں۔ آج کے زمانہ میں بھی اگر کسی غیر مقلد شخص یہ کہے کہ میرے اندر اجتہاد مطلق کی سلامیت ہے جیسا کہ بہت سے جا کے طالب علموں اور آزادی کے پیشروں نے اپنی تحقیق کو اپنے بارے میں غرور لگائی ہوگی۔ میں ان سے کوئی واسطہ مطلب نہیں۔ وہ شوق سے اپنے اجتہاد پر عمل کریں اور اپنے والوں کو کرائیں۔ انہی شکایت تو یہ ہے کہ امت مسلمہ کا ثانوی فیصدی طبقہ جو ہم سے معتبرانہ کے لئے ہر امتیاز کرتا چلا آ رہا ہے۔ اور ان کی فتنہ پر عمل چاہے اس کوئے،

ادھار کے نام نہاد و مہادی سسائل کے لیے تکرارِ مشق بنے ہر آڑ کیوں مجبور کیا جا رہا ہے۔ کیا نئی چند روزہ غیر مقلدین کے وجود سے پہلے امت کا یہ عام طبقہ مقلات و گمراہی میں پڑ رہا، اور بے غرض میں کسی کو گمراہی فرستے اور دانت کا خیال نہ آیا؟ کتاب و سنت کو چھوڑ کر ان کے اقوال و امت میں رائج رہے اور صدیوں تک کوئی ایسا صاحبِ مزیت پیدا نہ ہو سکا؟ جو اس رواج پر گہر کرے؟ اس ذمہ داری کی ہوائی کی توفیق صرف انھیں لافندوں کو نصیب ہوئی ہے۔

بہر حال اس وقت امت میں مذہبی اعتبار سے افتراق و اختلاف کی یہ کوشش باعثِ مذمت ہے اور بھی اور صدائے امت کے لیے انتہائی تشویش کا سبب ہے۔ اگر اس تحریک پر مضبوط بند لگا دیا تو اندیشہ ہے کہ کہیں یہ تکرارِ گمراہی میں اور بھائی بھائی میں نزاع و جدال اور قتل و خونریزی کا ذریعہ نہ بن جائے۔

ضرورت ہے کہ ان بے ادب اور گستاخ غیر مقلدین کو کام دینے کے لیے طاماسبی طرح کر رہے ہوں جیسے انھوں نے قادیانیت و غیرہ باطل طاقتوں کا انتخاب کر کے ان کے حلال کو واضح کیا ہے۔

سودی حکومت کو بھی ہوش کی آگھوں سے صورتِ حال سمجھ کر حرمین شریفین میں تحریکِ مذہبیت کے فروغ پر پہلی فرمت میں پابندی لگائی جانے چاہیے اور ان مقدس مقامات کو گستاخانہ انداز سے جلد از جلد پاک کر دینا چاہیے، ورنہ اگر یہ تکرارِ گمراہی اس اعزاز میں جاری رہی تو زیارہ دلوں تک اسے برداشت نہیں کیا جاسکے گا۔ اور خدا خواست شرافتیں سلسلہ حرمین کے امن و امان میں بھی قتل ہو سکتا ہے۔ انہی خالی امت مسلمہ کو استعارے محفوظ رکھنا ہر قسم کے شر و فتنے سے بچائے۔ آمین۔

## بے ادبی اور گستاخی

قریب ساڑھے تین سو سال پہلے سے اہل تشیع کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ وہ اپنی زبان اور افعال سے بے ادبیوں کے اظہار میں کوئی مار محسوس نہیں کر لے۔ مثلاً نماز کے بعد کی تسبیح و تہجد کا احترام سمجھنا اہل تشیع سے ثابت ہے غیر مسلموں کے نزدیک ان کی کوئی اہمیت نہیں۔ ان کی مساجد میں فرض نماز کا مقام پھر تے ہی پھیل تہی شروع ہو جاتی ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ سنت پڑھنے کے اجتنام کے بجائے باقاعدہ نہ پڑھنے کا اجتنام کیا جا رہا ہے۔ یہ سنتوں کے ساتھ مذاق نہیں تو اور کہا ہے؟ اسی طرح نماز پڑھنے آئیں گے تو ٹوٹی آکر پہلے سے نماز پڑھنے سے بھی چیز تو اتنے آوارہ کر نماز کی نسبت باندھیں گے اور یہی اسے چھو کر نماز پڑھیں گے کہ دیکھنے والے کی فکر میں مصححہ غیر صورت میں جانے گی۔ کیا یہی بارگاہِ عرب العالمین کے ادب کا تقاضا ہے؟ کیا اہل تشیع سے ایسی ہی بے ادبیوں کا بہت ہیں جنہیں کاروبار اب کچھ کر دین کا مذاق اڑایا جا رہا ہے؟ غرض ہوا تخلیقی جماعت کے بعض اہل تشیع نے خود انھوں سے یہ اقتداء کیا کہ وہ دنیا کے کسی علاقہ میں گئے تو جس مسجد میں انھوں نے وہ غیر مسلموں کی مسجد تھی۔ نماز کے وقت امام صاحب گھر سے کرنا وغیرہ نہیں کرتے، مگر جب ان کی فکر تخلیقی جماعت پر چڑی تو انھوں نے بعض جماعت کے لوگوں کو چارے کے لیے یہ حرکت کی کہ اپنا کرتا آتا کر سامنے کھڑی پرانے دیا اور صرف دنیا میں اور پاجامے میں ننگے نماز پڑھائی۔ اور انہوں نے فرمایا کہ جماعت اور بے ادبی اور گستاخی کا اس سے بڑا اور نمونہ کیا ہو سکتا ہے؟ اسی طرح محقق میں ایسی چند باتیں اور فقرے بادی کا مظاہرہ ہوتا ہے کہ شریف آدمی سر پہن کر رہ جاتے۔ ان کی زبان کی نزاع اور تہذیب و تہذیب سے حضرات صحابہؓ بھی کھڑے نہیں ہیں۔ بے تکلف کہہ دیتے ہیں کہ ان سے مسئلہ بحثے میں غلطی ہوئی۔ یہ دونوں کے پڑھنے سے جو جن میں نہ ٹھنی گیرائی ہے نہ نوازتہ ماحول ہے نہ انصاف اور انسانی سے کسی طرح کا مس ہے نہ وہ ہر طرح کا ملاحقہ میں کسی آراء کا تقابلاً کر کے کسی کو غلط اور کسی کو صحیح قرار دینے کی جرات کرتے ہیں۔ اور اپنی قوم باقیوں کے آگے بڑھنے سے اس میں امت کو خاطر میں نہیں لاتے۔ ایسے بے ادب، بے ہوش اور طاقتور انسانوں کو دراصل قیامت کی ایک اہم علامت "وَلَعَنَ اسْمُ عَلِيٍّ الْاَمَةِ الْاَمَةِ الْاَمَةِ" (نزدی شریف) (اور امت میں اسے لعنت ہے) نے دالے پہلے لوگوں پر بھی طعن کرنے لگیں گے کیلئے ہوئے صداقت ہیں۔ امت کو اس طرح کے لوگوں سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔